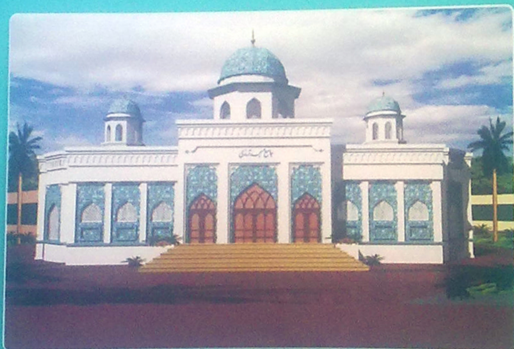
جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مارچ ۲۰۱۳ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

کلمۃ الحق　　مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

پیش لفظ

رسالہ ''محمود احمد عباسی کے نظریات پر ایک تحقیقی نظر''

مؤلفہ : فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

یہ مضمون حضرت مدیر اعلیٰ مدظلہم نے حال ہی میں کتاب ''محمود احمد عباسی کے نظریات پر ایک تحقیقی نظر'' کے پیش لفظ کے طور پر تحریر فرمایا ہے جسے اس مرتبہ افادہ قارئین کے لیے بطور اداریہ شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

بعد الحمد والصلوٰۃ:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے : ''وتفترق امتی علی ثلاث و سبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ، قالوا: من ھی یا رسول اللہ ؟ قال: ما انا علیہ واصحابی''۔ (ترمذی)

اس ارشاد گرامی سے معلوم ہوا کہ اس امت میں بہت سے فرقے ہوں گے اور سب جہنمی ہوں گے، سوائے ایک جماعت اور طائفہ کے، وہ جنتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جب آپ سے اس ناجی جماعت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ''ما انا علیہ واصحابی'' فرما کر اس کی نشان دہی فرمادی۔ پتہ چلا کہ اہل السنۃ والجماعۃ جنتی جماعت اور طائفہ ناجیہ ہے۔ اس جماعت حقہ کے عقائد و نظریات حق و سچ اور قرآن و سنت کے عین مطابق ہیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت رکھی جائے۔ جو شخص صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ اطہار میں سے کسی سے

محبت نہ رکھتا ہو وہ سنی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

صحابہ کرام یا اہلِ بیت عظام میں سے کسی سے بھی عداوت اور دشمنی رکھنے والا شخص رافضی یا خارجی ہے ۔ اہل السنۃ والجماعۃ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دیگر صحابہ کرام پر فضیلت، حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، اور اہل بیت میں سے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے محبت کو اہل السنۃ کی علامات اور شعائر میں قرار دیا گیا ہے۔

آیتِ قرآنی :قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ (پ۲۵شوریٰ) کی تفسیر لکھنے کے بعد ''آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و محبت کا مسئلہ '' کے عنوان سے حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں :

'' اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا تعلق صرف اس بات سے ہے کہ آیتِ مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خدمت کے معاوضہ میں قوم سے اپنی اولاد کی محبت و عظمت کے لئے کوئی درخواست نہیں کی ۔ اس کے یہ معنیٰ کسی کے نزدیک نہیں کہ اپنی جگہ آلِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و عظمت کوئی اہمیت نہیں رکھتی ۔ ایسا خیال کوئی بدبخت گمراہ ہی کر سکتا ہے ۔ حقیقت مسئلہ کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و محبت کا ساری کائنات سے زائد ہونا جزوِ ایمان بلکہ مدارِ ایمان ہے اور اس کے لئے لازم ہے کہ جس کو جس قدر نسبت قریبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے ،اس کی تعظیم و محبت بھی اسی پیمانے سے واجب و لازم ہونے میں کوئی شبہ نہیں ۔ انسان کی صلبی اولاد کو سب سے زیادہ نسبتِ قربت حاصل ہے ۔ اس لئے ان کی محبت بلاشبہ جزوِ ایمان ہے ۔ مگر اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ ازواجِ مطہرات اور دوسرے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ متعدد قسم کی نسبتیں قربت اور قرابت کی حاصل ہیں ان کو فراموش کر دیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حب اہلِ بیت وآلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسئلہ امت میں کبھی بھی زیرِ اختلاف نہیں رہا۔ باجماع و اتفاق ان کی محبت و عظمت لازم ہے۔ اختلاف وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں دوسروں کی عظمتوں پر حملہ کیا جاتا ہے۔ ورنہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی حیثیت سے عام سادات خواہ ان کا سلسلۂ نسب کتنا ہی بعید بھی ہو، ان کی محبت و عظمت عین سعادت و اجر و ثواب ہے۔ اور چونکہ بہت سے لوگ اس میں کوتاہی برتنے لگے اس لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے چند اشعار میں اس کی سخت مذمت فرمائی۔ وہ اشعار یہ ہیں اور در حقیقت یہی امت کا مسلم و مذہب ہے ؎

یا راکبا قف بالمحصب من منی　　واھتف بساکن خیفھا والناھض

سحرا اذا فاض الحجیج الی منیٰ　　فیضا کملتطم الفرات الفائض

ان کان رفضا حب آلِ محمد　　فلیشھد الثقلان انی رافضی

اے شہسوار! منیٰ کی وادی محصب کے قریب رک جاؤ اور جب صبح کے وقت عازمینِ حج کا سیلاب ایک ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریا کی طرح منیٰ کی طرف روانہ ہو تو اس علاقہ کے ہر باشندے اور ہر راہرو کو پکار کر کہہ دو کہ اگر صرف آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو اس کائنات کے تمام جنات و انسان گواہ رہیں کہ میں بھی رافضی ہوں۔ (معارف القرآن ج ۷، ص ۶۹۲)

حضراتِ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارہ میں اہلِ حق اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں:

ونشهد بالجنة والخير للعشرة المبشرة وفاطمة و خديجة وعائشة والحسن والحسين رضى الله عنهم ونوقرهم ونعترف بعظم محلهم فى الاسلام و كذالك اهل بدر واهل بيعة الرضوان وابو بكر الصديق امام حق بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم عمر ثم عثمان ثم على رضى الله عنهم ثم تمت الخلافة وبعده ملك عضوض۔ وابو بكر رضى الله عنه افضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم عمر ...... ونكف السنتنا عن ذكر الصحابة الا بخير وهم ائمتنا وقادتنا فى الدين وسبهم حرام وتعظيمهم واجب۔

(ناصبی سازش ص۲۸ بحوالہ تفہیماتِ الٰہیہ ج نمبر۲ ص۱۲۸)

ترجمہ : اور ہم حضرات عشرہ مبشرہ حضرتِ فاطمہ حضرتِ خدیجہ حضرتِ عائشہ حضرت حسن حضرت حسین رضی اللہ عنہم ان سب حضرات کے حق میں ان کے جنتی ہونے کی اور برگزیدہ ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ ان کی توقیر کرتے ہیں اور اسلام میں جو ان حضرات کا بڑا درجہ ہے اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور اسی طرح سے ان حضرات کے بارہ میں بھی کہ جو غزوۂ بدر اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔ اور آنحضرت علیہ السلام کے بعد خلیفۂ برحق حضرت ابو بکر صدیق تھے پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم پھر خلافتِ نبوت کی مدت ختم ہو گئی اور اس کے بعد کاٹ کھانے والی بادشاہی کا دور شروع ہوا اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل ہیں اور پھر آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارہ میں بجز ذکر خیر کے ہم اپنی زبانیں بند رکھیں گے وہ دین میں ہمارے پیشوا اور مقتدا ہیں ان کو برا کہنا حرام ہے اور ان کی تعظیم کرنا واجب ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نور اللہ مرقدہ محبت اہلِ بیت عظام کی اہمیت سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :

''بر سر اصل سخن برویم چگونہ عدم محبت اہلِ بیت در حق اہلِ سنّت گمان بردہ شود کہ آں محبت نزد آں بزرگواراں جزو ایمان است و سلامتیٔ خاتمہ را برسوخ آں محبت مربوط ساختہ اند۔ والد بزرگوار ایں فقیر کہ عالم بودند بعلمِ ظاہری و بعلمِ باطنی در اکثر اوقات ترغیب بمحبت اہل بیتِ می فرمودند و می فرمودند کہ ایں محبتے را در سلامتی خاتمہ مدخلے است عظیم نیت رعایت آں باید نمود در مرض موتِ ایشاں ایں فقیر حاضر بود چوں معاملہ ایشاں بپایادِ ایشاں داد و ازاں محبت استفسار نمود در آن بیخودی فرمودند کہ غرقِ محبت اہلِ بیتم شکر خداوند عزّ و جل درآں وقت بجاآوردہ شد۔ محبتِ اہلِ بیت سرمایہ اہلِ سنّت مخالفاں ازیں معنیٰ غافل اند و از محبت متوسط ایشاں جاہل جانب افراط را خود اختیار کردہ اند و ماوراء افراط را تفریط انگاشتہ حکم بخروج نمودہ اند و مذہب خوارج انگاشتہ اند ندانستہ اند کہ میاں افراط و تفریط حدے است وسط کہ مرکز حق است و موطن صدق کہ نصیبِ اہلِ سنّت گشتہ است شکر اللہ سعیہم۔

(مکتوبات امام ربانی حصّہ ششم دفتر دوم مکتوب ۳۶ ص ۷۷)

وحضرت امام حسن افضل است از امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما و علماء اہل سنت در علم و اجتہاد حضرت عائشہ را رضی اللہ تعالیٰ عنہا بر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فضیلت میدہند حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرّہ در کتاب غنیہ حضرت عائشہ را تقدیم میدہد و آنچہ معتقد ایں فقیر است آن است کہ حضرت عائشہ در علم و اجتہاد پیش قدم است و حضرت فاطمہ در زہد و تقویٰ و انقطاع پیش او لہذا حضرت فاطمہ را بتول می گفتند کہ صیغۂ مبالغہ است در انقطاع و حضرت عائشہ مرجع فتاویٰ صحابہ بودہ است رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیچ مشکلے در

علم بر اصحاب پیغمبر علیہ و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پیش نمی آمد مر آنکہ حل آنزد عائشہ بود رضی اللہ تعالی عنہا۔ (مکتوبات دفتر دوم ص ۴۹ مکتوب ۶۷)

اس عبارت میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے والد گرامی حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ جو قطبِ عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور آپ کے جانشین حضرت خواجہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے کا موقف اہلِ بیت کرام کے متعلق واضح ہے۔

یہ عبارت چونکہ فارسی میں ہے اردو خواں حضرات کی سہولت کے لیے ہم کتاب تذکرہ حضرت مجدد الف ثانی سے اس کا اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

اہل بیت عظام

اب ہم اصل بات بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہلِ بیت کی محبت کا نہ ہونا اہلِ سنت کے حق میں کس طرح گمان کیا جا سکتا ہے جب کہ یہ محبت ان بزرگواران کے نزدیک ایمان کا جزو ہے اور خاتمہ کی سلامتی اس محبت کے راسخ ہونے پر وابستہ ہے۔ اس فقیر کے والد بزرگوار جو کہ ظاہری و باطنی علوم کے عالم تھے اکثر اوقات اہلِ بیت کی محبت کے لئے ترغیب فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو خاتمہ کی سلامتی میں بڑا دخل ہے اس کی بڑی رعایت کرنی چاہئے۔ ان کے مرض الموت میں یہ فقیر حاضر تھا جب ان کا معاملہ انجام کو پہونچا اور اس جہاں کا شعور کم ہو گیا تو اس وقت اِس فقیر نے ان کی بات (محبت اہلِ بیت) کو انہیں یاد دلایا اور اس محبت کے بارہ میں ان سے دریافت کیا تو اس بے خودی کے عالم میں انہوں نے فرمایا کہ میں اہلِ بیت کی محبت میں غرق ہوں اس وقت میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا۔

اہلِ بیت کی محبت اہلِ سنت والجماعت کا سرمایہ ہے۔ مخالف لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں اور ان کی محبت متوسط سے جاہل ہیں۔ مخالفوں نے اپنی افراط کی جانب کو اختیار کیا ہے اور افراط کے سوا کو تفریط خیال کر کے خروج کا حکم کیا ہے اور خوارج کا مذہب سمجھا ہے۔ نہیں جانتے کہ افراط و تفریط کے درمیان حد وسط ہے جو حق کا مرکز اور صدق کا موطن ہے جو اہلِ سنت والجماعت شکر اللہ سعیہم کو نصیب ہوا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں۔ علماء اہلِ سنت والجماعت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو علم و اجتہاد میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر فضیلت دیتے ہیں۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضرت مؤلف تذکرہ مجدد الف ثانی نے یہاں ترجمہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام مبارک لکھا ہے جبکہ اصل فارسی مکتوب گرامی میں جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسمِ گرامی ہے۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے ہم نے اصل کے مطابق یہی نام ترجمہ میں لکھ دیا ہے فافہم۔ واللہ اعلم۔ ۱۲ منہ) کو مقدم سمجھتے ہیں۔ لیکن فقیر کا جو اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علم و اجتہاد میں پیش قدم ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتول کہتے ہیں۔ جو انقطاع میں مبالغہ کا صیغہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اصحابِ کرام کے فتاویٰ کا مرجع تھیں۔ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے اصحابِ کرام کو علم میں جو مشکل پیش آتی تھی حضرت عائشہ کی خدمت میں اس کا حل طلب کرتے تھے۔

(تذکرہ حضرت مجدد الف ثانی ص ۵۳۱)

صحابہ کرام اور اہلِ بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی

مؤقف ہے جو قرآن و سنت کے عین مطابق ہے۔ لیکن اس کے برخلاف روافض نے حب اہلِ بیت کی آڑ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مورد طعن ٹھہرایا، ان پر سب و شتم اور لعنت کو جائز قرار دے دیا۔

دوسری طرف خوارج نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دفاع کے نام پر حضرات اہلِ بیت عظام (جن کی عظمت و محبت ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے) کے حق میں سخت کوتاہی کی اور ان کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ یہ دونوں گروہ یقیناً حق سے دور اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہیں۔ اہلِ سنت والجماعت کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن فتنوں کے اس دور میں خارجیت، سبائیت، رافضیت مختلف شکل و صورت اختیار کر کے مسلمانوں کو راہِ اعتدال اور صراطِ مستقیم سے برگشتہ کرنے کی پوری کوشش میں مصروف ہے۔ چنانچہ ماضی قریب میں جناب سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب بانی جماعتِ اسلامی اور جناب محمود احمد عباسی صاحب مؤلف کتاب ''خلافت معاویہ و یزید'' نے اپنے اپنے انداز میں اس فریضہ کو ادا کر کے خارجیت اور رافضیت کی ترجمانی کی ہے۔

حق تعالیٰ بہت بہت جزائے خیر دے ان علماء حق کو جنہوں نے ہر دور میں باطل عقائد و نظریات کا رد کیا اور احقاقِ حق کا فریضہ بحسن و خوبی ادا کر کے مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کی ترجمانی کا حق ادا کیا اور اہل السنۃ والجماعۃ کے متفقہ مسلک کے خلاف لکھے جانے والے افکار و نظریات کا رد فرمایا۔ شکر اللہ مساعیہم الجمیلۃ وجزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزا، اٰمین۔

کتابِ ھٰذا ''محمود احمد عباسی کے نظریات پر تحقیقی نظر'' بھی اسی سنہری سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب کے ابتدائی حصہ میں اگرچہ مودودی صاحب کے

نظریات پر بھی رد کیا گیا ہے لیکن وہ صرف ضمناً و تمہیداً ہے۔ اصل مقصود محمود احمد عباسی امروہی صاحب کے غلط و باطل نظریات کا رد ہے۔ مودودی صاحب کے افکار و نظریات پر رد کے لئے قارئین حضرت والدِ گرامی رحمہ اللہ کا مستقل رسالہ ''ابو الاعلیٰ مودودی کے نظریات پر تحقیقی نظر'' ملاحظہ فرمائیں۔

محمود احمد عباسی امروہی نے جب اپنے باطل نظریات کی نشر و اشاعت کے لئے کتاب ''خلافتِ معاویہ و یزید'' شائع کی جس میں حضرات اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم پر بے جا اعتراضات اور ان کی شان اقدس میں گستاخی کی گئی ہے تو حضراتِ علماء کرام نے بروقت اس کی تردید فرمائی۔ حضرت والد ماجد فقیہ العصر یادگارِ اسلاف مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اپنے خاص ذوق اور مسلک اعتدال کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ کتاب تحریر فرمائی۔ اور کتاب '' خلافت معاویہ و یزید'' میں مؤلف کتاب امروہی صاحب نے اہلِ بیت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور سیدۃ نساء اہل الجنۃ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نیز سیدنا حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی منقصت اور یزید کے دفاع اور منقبت بیان کرتے ہوئے خارجیت کی جو ترجمانی کی ہے، حضرت والد گرامی قدس سرہ نے دلائل و براہین کی روشنی میں اس کا رد فرما کر امروہی صاحب کے دلائل کی حقیقت کو واضح فرما دیا ہے۔ اس ضمن میں اگرچہ فسقِ یزید کے مسئلہ پر بھی بحث کی گئی ہے لیکن اس مسئلہ پر حضرت رحمہ اللہ نے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے جو ''فسقِ یزید'' کے نام سے مکرمی جناب رضوان نفیس صاحب بار بار شائع فرما رہے ہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ کی مزید تفصیلات اس رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب ھٰذا حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے آج سے پینتالیس سال قبل

۱۹۶۷ء میں تحریر فرمادی تھی لیکن طباعت و اشاعت کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے شائع نہ ہو سکی۔ گزشتہ سال ''مجلہ الحقانیہ ساہیوال سرگودھا'' میں پہلی بار قسط وار شائع ہوئی۔ احقر کا عرصہ سے خیال تھا کہ مستقلاً بھی اس کی اشاعت ہو جائے۔ حال ہی میں حضرت اقدس سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ کے خادم خاص محب محترم جناب رضوان نفیس صاحب زید مجدہم سے اس کا ذکر آیا تو انھوں نے بڑے شوق اور محبت سے اس کی اشاعت کی ذمہ داری لی اور ساتھ ہی احقر سے بطورِ ابتدائیہ کچھ لکھنے کی فرمائش بھی کی۔ چنانچہ احقر نے یہ چند سطور ان ہی کی فرمائش پر لکھی ہیں۔ دل سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ جنابِ محترم رضوان نفیس صاحب کو اپنے مشن میں مزید در مزید ترقی عطا فرمائیں اور اس کتاب کی طباعت پر جزائے خیر سے نوازیں۔ نیز دفاعِ صحابہ کرام و اہلِ بیت عظام کی ان کاوشوں کو حق تعالیٰ قبول فرمائیں اور گم گشتگانِ راہِ ہدایت کے لئے ہدایت کا سبب بنائیں آمین۔ وما ذالك على الله بعزيز۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

۲۵/ ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ

درس حدیث

عن عبد اللہ بن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مامن نبی بعثہ اللہ تعالیٰ فی امۃ قبلی الاکان لہ من امتہ حواریون واصحاب یاخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ ثم انہاتخلف من بعدھم خلف یقولون مالایفعلون ویفعلون مالایؤمرون، فمن جاھدھم بیدہ فھو مومن ومن جاھدھم بلسانہ فھو مومن ومن جاھدھم بقلبہ فھو مومن ولیس وراء ذٰلک من الایمان حبۃ خردل۔ (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے جو پیغمبر بھی مجھ سے پہلے کسی امت میں بھیجاتو اس کے کچھ حواری اور لائق اصحاب ہوتے تھے، جو اس کے طریقے پر چلتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے، پھر ایسا ہوتا تھا کہ ان کے نالائق پسماندگان ان کے جانشین ہوتے تھے، اور ان کی حالت یہ ہوتی تھی کہ وہ کہتے تھے جو خود نہیں کرتے تھے، (مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو تو اچھے کام کرنے کو کہتے تھے اور خود وہ کام نہیں کرتے تھے، یا مطلب یہ ہے کہ کرنے کے جو کام، وہ نہیں کرتے تھے ان کے متعلق لوگوں سے کہتے تھے کہ ہم کرتے ہیں، گویا اپنی مشیخت اور اپنا تقدس قائم رکھنے کے لیے وہ جھوٹ بھی بولتے تھے) اور جن کاموں کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا ان کو کرتے تھے (یعنی اپنے پیغمبر کی سنتوں اور اس کے اوامر واحکام پر تو وہ عامل نہ تھے، مگر وہ معصیات وبدعات جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا ان کو خوب کرتے تھے) تو جس نے ان کے خلاف اپنے دست وبازو سے جہاد

کیاوہ مومن ہے اور جس نے (بدرجہ مجبوری) صرف زبان ہی سے ان کے خلاف جہاد کیاوہ بھی مومن ہے اور جس نے (جہاد باللسان سے بھی عاجزہ کر) صرف دل ہی سے ان کے خلاف جہاد کیا (یعنی دل میں ان سے نفرت کی اور ان کے خلاف غیظ و غضب رکھا) تووہ بھی مومن ہے، لیکن اس کے بغیر رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

تشریح

حدیث کا مطلب اوراس کی روح یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین کے جانشینوں اور نام لیواؤں میں جو غلط کار اور بدکردار ہوں، جو دوسروں کو تو اعمال خیر کی دعوت دیتے ہوں، لیکن خود بے عمل اور بد عمل ہوں ان کے خلاف حسب استطاعت ہاتھ سے یا زبان سے جہاد کرنا، اورکم ازکم دل میں اس جہاد کا جذبہ رکھنا، ایمان کے خاص شرائط اور لوازم میں سے ہے، اور جو شخص اپنے دل میں بھی اس جہاد کا جذبہ نہ رکھتا ہو، اس کا دل ایمان کی حرارت اوراس کے سوز سے گویا بالکل ہی خالی ہے۔ لیس وراء ذلك من الایمان حبة خردل کا یہی مطلب ہے اور اگلی حدیث میں اسی کو اضعف الایمان (ایمان کا ضعیف ترین درجہ) فرمایا گیا ہے۔

ملحوظ رہے کہ اس حدیث میں انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین کے ناخلف اور نالائق جانشینوں کے خلاف جہاد کا جو حکم ہے، اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان کو درست کرنے کی اور صحیح راستے پر لانے کی کوشش کی جائے ،اور اگر اس سے مایوسی ہو تو ان کے برے اثرات سے اللہ کے بندوں کو بچانے کے لیے ان کی جھوٹی مشیخت اور ان کے موروثی اثر واقتدار کو ختم کرنے کی جدوجہد کی جائے۔

(معارف الحدیث ج ا ص ۱۴۸)

مرسلہ : محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بقلم : حضرت مولانا جلیل احمد شیروانی صاحب رحمہ اللہ

فرمایا کہ میں ایک مسئلہ کی تحقیق کرتا ہوں وہ یہ کہ کسی خاص شخص کے ساتھ اعتقاد رکھنا اور اس کو اللہ والا سمجھنا تو ضروری نہیں، مگر یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ دنیا اللہ والوں سے خالی نہیں کوئی نہ کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ دنیا میں ضرور موجود ہے۔ اس کے خلاف اعتقاد جائز نہیں، کیونکہ اتنی مقدار منصوص ہے۔

ایک مولوی صاحب نے جو کہ حضرت کے مجازین میں سے ہیں فرمایا کہ بے وقوف آدمی گو اپنے لیے عقل مند شریر سے اچھا ہو مگر دوسروں کے لیے کچھ مفید نہیں کہ اس سے دوسروں کی تربیت نہیں ہوسکتی، فرمایا جی دوسروں کی تربیت کو کیوں دیکھے بس وہ مذاق رکھے ؎

احمد تو عاشقی بمشیخت ترا چہ کار دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

بڑی بات یہ ہے کہ آخرت میں جوتیوں سے نجات رہے کیسی دوسروں کی تربیت اور کیسی دوسروں کی اصلاح۔

فرمایا ایک مولوی صاحب کا سہارنپور سے خط آیا، انہوں نے لکھا ہے کہ بغیر تکلیف اور مصیبت کے صبر کی فضیلت کیسے حاصل ہوسکتی ہے تو کیا وہ قصداً مصیبت اور تکلیف کو اختیار کرے، یعنی قصداً ایسا کام کرے کہ جس سے مصیبت اور تکلیف پیش آئے؟ فرمایا کہ اعمال مطلوبہ دو قسم کے ہیں ایک وہ جو کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں مثلاً نماز، روزہ اور بعض اعمال مشروط ہیں شرائط کے ساتھ مثلاً زکوٰۃ کہ یہ مشروط ہے مال ہونے پر تو صبر اسی قسم کے اعمال سے ہے جو مشروط ہے بلاء و مصیبت

کے ساتھ اور اس وقت جبکہ مصیبت اور بلا نہ ہو اجر حاصل کرنے کے لیے صرف یہ کافی ہے کہ یہ ارادہ رکھے کہ بلاو مصیبت کے وقت صبر کریں گے۔

ایک صاحب نے کہا کہ ایک شخص نے کہا کہ اب کوئی بزرگ رہا نہیں، فرمایا یہ دریافت کرنا چاہیے کہ بزرگی سے تمہاری کیا مراد ہے، اگر ریاضت و مجاہدہ مراد ہے تو بے شک اب پہلے سے ریاضت کرنے والے نہیں رہے اور اگر بزرگی سے مراد مقبولیت عنداللہ تعالیٰ ہے تو اب بھی ہزاروں ہیں اور ریاضت و مجاہدہ خود مقصود تھوڑا ہی ہے، ریاضت و مجاہدہ سے تو بس یہ مقصود ہے کہ نفس کی سرکشی کم ہو جائے اور طاعت میں آسانی سے لگ سکے، سو خود نفوس میں بھی پہلی سے قوت سرکشی کی نہیں رہی، نہ اب پہلے سے قوی رہے اس لیے مجاہدہ کی کمی مضر بھی نہیں۔ فرمایا مجاہدہ تو یہ ہے کہ نفس کے خلاف کرے، باقی قلب کے خلاف نہ کرے، جب نفس سے مجرد اس کی خواہش ہو لیکن یہ معلوم کرنا کہ یہ نفس کی خواہش ہے یا قلب کی یہ بڑے مبصر کا کام ہے ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ اسی نہ سمجھ سکنے کے سلسلہ میں فرمایا یہاں خانقاہ میں جو لوگ اپنی اصلاح کا کام کرتے ہیں ان سے دریافت کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے بعض حالات ایسے پیش آتے ہیں کہ قیامت تک ان کی سمجھ میں نہیں آسکتے تھے، بعض حالات کی نزاکت ایسی ہے کہ اس میں بالکل ذکر و شغل ترک کرا دیا جاتا ہے۔

۱۹۱۵ء کے قریب کے زمانہ میں ایک بار سفر میں جبکہ تھانہ بھون سے نانوتہ تشریف لے جا رہے تھے، تو مولوی محمد عمر صاحب کنٹھوری اور احقر کی موجودگی میں ریل میں بیٹھے ہوئے فرمایا کہ میرے پاس رہ کر دو شخص مجھ سے بدظن نہیں ہو سکتے ایک تو وہ جو پورا عاقل ہو کہ میرے ہر فعل کی حکمت اس کی سمجھ میں آجائے یا وہ پورا عاشق ہو کہ میرا جو فعل بھی ہو اس کی نظر محبت میں بالکل مناسب اور بجا ہو۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

تحذیرالناس اور حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی مرحوم

حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی مرحوم نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی کتاب ''تحذیرالناس'' کی واضح طور پر تائید فرمائی تھی، بعض لوگوں نے اس کی ایک عبارت کی بنا پر بلاسوچے سمجھے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ پر ختم نبوت زمانی کے انکار کا الزام عائد کیا تھا، حضرت خواجہ صاحب نے اپنی تحریر میں اس کی تردید فرمائی اور عبارت پر غور وخوض کے بعد معترضین کا رد فرمایا۔ بعد میں ایک دوورقی تحریر حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی طرف منسوب کر کے بعض حضرات نے تقسیم کی جس سے یہ تاثر دیا گیا کہ حضرت خواجہ صاحب نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے متعلق دیے گئے پہلے فتویٰ سے رجوع کرلیا ہے۔ حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ نے اپنے اس مضمون میں اس دوورقی تحریر کا منصفانہ جائزہ لے کر ثابت فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب سیالوی مرحوم کا پہلا فتویٰ ہی واقعے کے مطابق اور صحیح ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وعلیٰ من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین

امابعد! کچھ دن سے دوورقیہ ایک قلمی تحریر کا فوٹو نظر سے گزرا، جس میں ''تحذیرالناس'' سے متعلق دو مختلف فتووں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلے استفتاء کا ذکر ان لفظوں میں کیا گیا ہے کہ:

''کچھ عرصہ ہوا فقیر کے پاس ایک استفتاء پہنچا کہ زید یہ کہتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنیٰ صرف آخری نبی اگر نہ بھی لیا جائے بلکہ یہ معنیٰ بھی کرلیا جائے کہ تمام انبیاء کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار وفیوض سے مقتبس ہیں تو نہایت مناسب ہوگا کیا زید پر فتویٰ کفر لگایا جاسکتا ہے یا نہ؟ جواب لکھا کہ اس قول پر زید کو کافر نہ کہا جائے گا''۔

اس کے بعد اس دوورقی میں لکھا ہے کہ :

''بعد میں سنا گیا کہ بعض علماء اہل سنت نے اس فقیر کے اس فتویٰ کو اس وجہ سے ناپسند کیا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے رسالہ ''تحذیرالناس'' کی اس نوعیت کی عبارت پر علماء اہل سنت نے کفر کا فتویٰ دیا ہے، چنانچہ رسالہ مذکور کا مطالعہ کیا تو تحذیرالناس کی عبارت اور اس استفتاء کی عبارت میں فرق بعید ثابت ہوا الخ''۔

اس کے متعلق گزارش ہے کہ مؤخرالذکر دوورقی تحریر اگر واقعی پیر سیال کی ہی ہے تو پھر اس کی عبارت سے صاف طور پر عیاں ہے کہ یہ تحریر ''بعض علماء اہل سنت'' کی ناپسندیگی کی وجہ سے لکھی گئی ہے، پیر سیال کا اپنا نظریہ ''تحذیرالناس'' اور اس کے مصنف مولانا محمد قاسم نانوتوی کے متعلق وہی تھا جو انہوں نے اپنی پہلی تحریر میں لکھا تھا، جس کے الفاظ یہ ہیں، پیر سیال لکھتے ہیں :

''میں نے ''تحذیرالناس'' کو دیکھا، میں مولانا محمد قاسم صاحب کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں، مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے۔ خاتم النبیین کے معنیٰ بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا کا دماغ پہنچا ہے وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی۔ قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعیہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا ہے'' (ڈھول کی آواز ص۱۱۶)

(۱) اس تحریر میں پیر سیال نے ''تحذیرالناس'' کو دیکھ کر کتاب کے مصنف کی تعریف کی ہے اور اس کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان قرار دیا ہے، اور اعلیٰ درجہ کے مسلمان کو ہی ولی اللہ کہا جاتا ہے، اسی لیے پیر سیال اس پر فخر کر رہے ہیں کہ ان کی حدیث کی سند میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کا نام موجود ہے۔ کیونکہ پیر سیال نے مولانا عبیداللہ سندھی سے حدیث کی سند حاصل کی تھی، اور مولانا سندھی شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے شاگرد تھے، اور وہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے شاگرد تھے، اس طرح مولانا محمد قاسم نانوتوی کا نام

پیر سیال کی سند حدیث میں موجود ہے ،مولانا محمد قاسم نانوتوی پیر سیال کے پڑداد ااستاذ ہوتے ہیں ،اور پیر سیال کو بجاطور پر اس پر فخر تھا کہ ان کی سند حدیث میں ایسے اعلیٰ درجہ کے مسلمان اور ولی اللہ کا نام موجود ہے ۔امید ہے کہ وہ سند اب بھی دربار سیال میں موجود ہوگی اس کو ضائع نہیں کیا ہو گا۔ خواجہ فخرالدین صاحب بھی اس کے چشم دید گواہ ہیں ان سے معلوم کرلیا جائے ۔ پیر سیال کی وفات کے بعد اور لوگوں کے علاوہ انہوں نے بھی اس سند کا تذکرہ کیا تھا۔

اب جو شخص کہتا ہے کہ پیر سیال ''نہ کسی دیوبندی مولوی کے مرید نہ ان کے شاگرد'' یہ بالکل جھوٹ بات ہے،کیا کوئی ہوش مند شخص اپنے استاذ حدیث کے خلاف کفر کا فتویٰ لگا سکتا ہے ؟ خصوصاً جبکہ پیر سیال کے استاذ گرامی جناب مولانا معین الدین صاحب اجمیری احمد رضا خان بریلوی کے محبوب مشغلہ تکفیر اور تفریق بین المسلمین کو ناپسند کرتے تھے ۔

کیا پیر سیال کے علم میں یہ بات نہ آئی ہوگی ؟ یقیناً پیر سیال کے علم میں مولانا معین الدین کی ناپسندیدگی ہوگی ۔ پھر وہ اپنے استاذ گرامی کے منشاء کے خلاف کیسے ایسا اقدام کر سکتے تھے ؟

(۲) پیر سیال نے لکھا ہے کہ : ''خاتم النبیین کے معنیٰ بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا (محمد قاسم) کا دماغ پہنچا ہے وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی''۔

اس سے واضح ہے کہ پیر سیال کو معترضین کے اعتراض کا علم اس وقت بھی تھا جب وہ پہلی تحریر لکھ رہے تھے ،مگر اس وقت انہوں نے مولانا قاسم رحمہ اللہ کے خاتم النبیین کے بیان کردہ معنیٰ پر اعتراض کو معترضین کی کم سمجھی اور ان کے فہم کی نارسائی کا نتیجہ قرار دیا تھا۔

اس لیے یہ کیسے باور کیاجاسکتاہے کہ پہلے تو مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے دماغ کو اعلیٰ درجہ پر بتلایاگیاہو، اب دوسری تحریر میں اس کو ''کودک نادان'' کہہ دیاگیاہو، اور یہ عذر بھی کیسے صحیح سمجھ لیاجائے کہ پہلے استفتاء اور تحذیرالناس کی عبارت میں فرق بعید ثابت ہونے کی بناپر دونوں تحریروں میں فرق ہوگیا۔اس لیے کہ پہلی تحریر بھی ''تحذیرالناس'' کو دیکھ کرہی لکھی گئی تھی، اس وقت تو اس ''کودک نادان'' کی بات اس کے دماغ کی رسائی اور معترضین کی سمجھ کی نارسائی کی بات تھی، معلوم نہیں بعد میں کس ''کودک نادان'' نے اس عالی دماغ کو ''کودک نادان'' لکھنے کا سبق دے کر بمصداق آیت وجزاء سیئة سیئة بمثلها خود کو ''کودک نادان'' کہلانے کا مستحق بنالیا۔

اگر پہلے استفتاء کاجواب تحذیرالناس کے دیکھے بغیر دیاجاتاتو پھر تو یہ بات درست ہوتی کہ دوسری تحریر کتاب کو دیکھ کر لکھی گئی ہے اس لیے دونوں میں فرق ہوگیامگر عجیب بات تو یہ ہے کہ پہلی تحریر میں بھی اقرار ہے کہ میں نے ''تحذیرالناس کو دیکھا'' اب ایک دفعہ دیکھاتو اس کو عالی دماغ کانتیجہ قراردیااور دوسری دفعہ دیکھاتو ''کودک نادان'' کی بات سمجھی گئی، کتاب میں تو تبدیلی نہیں آئی یقیناً دیکھنے والے ہی میں کوئی تبدیلی آئی ہے یاکردی گئی ہے۔

پہلے تو قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعیہ حقیقیہ سمجھنے پر اعتراض کیاگیاتھا، پھر بعض علماء اہل سنت کے اس کو ناپسند کرنے کی وجہ سے خود ہی اس کو قضیہ واقعیہ حقیقیہ سمجھ لیا یہ عجیب سمجھ ہے ؟، اس بناپرواقعہ کے خلاف دوسری تحریر میں لکھ دیاکہ :

''تحذیرالناس'' میں کہیں بھی خاتم النبیین کامعنیٰ خاتم الانبیاء لانبی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لیاگیا۔ تاکہ دومعانی مانعۃ الجمع کی تاویل کی جا سکے بلکہ آخرالانبیاء کے معنیٰ کو غیر صحیح ثابت کرنے کے الفاظ لائے گئے ہیں'' الخ۔

حالانکہ ''تحذیرالناس'' میں جابجا خاتم النبیین کے معنیٰ خاتم الانبیاء لکھاہوا ہے۔ ص،۴ پر تفصیلی دلائل کے ساتھ اس معنیٰ کو ثابت کیاہوا ہے۔ سنئے اور پھر اس لکھنے والے کی سمجھ کی داد دیجئے کہ :

''تحذیرالناس میں خاتم النبیین کا معنیٰ خاتم الانبیاء لانبی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لیاگیا''۔

''تحذیرالناس'' میں ہے :

''سواگر اطلاق اور عموم ہے ،تب توثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ،ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے''۔

دیکھیے خاتمیت زمانی کو بدلالت مطابقی یا بدلالت التزامی کیسے صاف طریقہ سے ثابت کیا ہے۔

آگے لکھتے ہیں : ''ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی او کماقال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے'' اس باب میں کافی ہے۔

اس عبارت میں مولانا محمد قاسم نانوتوی نے آنحضرت ﷺ کی خاتمیت زمانی کو کئی طریقوں سے ثابت کیا ہے :

(۱) حضور اقدس ﷺ کے لیے خاتمیت زمانی آیت خاتم النبیین سے بدلالت مطابقی ثابت ہو، خاتم کو ذاتی اور زمانی سے مطلق ماناجائے۔

(۲) لفظ خاتم کی دلالت بطور عموم مجاز کے دونوں قسم کی خاتمیت پر مطابقی ہو۔

(۳) دونوں میں سے ایک پر مطابقی ہواور دوسرے پر التزامی۔ ان تینوں صورتوں میں خاتمیت زمانی نص قرآنی سے ثابت ہوگی۔

(۴) خاتمیت زمانی احادیث متواترۃ المعنیٰ سے ثابت ہے۔

(۵) خاتمیت زمانی پر امت کا اجماع ہے۔

ملاحظہ کیا جائے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ خاتمیت کے لیے واضح لفظوں میں لانبی بعدی کو لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ بتلا رہے ہیں اور اس کے معنیٰ خاتم الانبیاء لانبی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھ رہے ہیں۔

مگر زیر بحث تحریر میں اس واضح تحریر کی نفی کی جارہی ہے، نہ معلوم اس کا کیا سبب ہے، یہ بات تو سمجھ سے بھی تعلق نہیں رکھتی جو کہا جائے کہ غور نہیں کیا سمجھ میں نہیں آئی صرف الفاظ کے دیکھنے سے ہی اس کا علم ہو سکتا تھا۔ شاید کتاب دیکھے بغیر ہی بعض علماء اہل سنت کے ناپسند کرنے کی وجہ سے یہ بات لکھ دی مگر اس تحریر کے شروع میں تو لکھا ہے کہ: ''چنانچہ رسالہ مذکور کا مطالعہ کیا''۔

لیکن یقین نہیں آتا کہ رسالہ دیکھنے کے بعد کوئی صاحب نظر و فہم ایسی غلط بات زبان و قلم سے لکھ سکے۔

تحذیر الناس میں اس کے ساتھ ملا ہوا لکھا ہے کہ:

''کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں، سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہو گا جیسا کہ تواتر عدد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ حدیث مشعرہ تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا ان کا منکر کافر، ایسا ہی اس کا منکر کافر ہو گا''۔ (تحذیر الناس ص ۴۷)

اس کے بعد لکھتے ہیں: ''اب دیکھئے کہ اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک اور استثناء مذکور ہی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے، اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔ (تحذیر الناس ص ۴۸)

مولانا کی اس طرح کی تصریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ خاتم النبیین سے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے، ختم زمانی بھی اور ختم ذاتی بھی۔ ان تصریحات کے ہوتے ہوئے کیا کوئی بھی سمجھ دار آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ''تحذیرالناس'' میں کہیں بھی خاتم النبیین کا معنیٰ خاتم الانبیاء لانبی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لیا گیا۔ اور یہ کہ خاتم النبیین کا معنیٰ لانبی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ لینے پر مصر ہے۔ حالانکہ مولانا محمد قاسم نانوتوی اس معنیٰ کو آیت خاتم النبیین احادیث متواترہ اور اجماع امت سے پانچ طریقوں پر ثابت کر رہے ہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

اس دوورقی پمفلٹ کے مصنف کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی لکن کے ماقبل اور مابعد میں تناسب کی نفی کر رہے ہیں اسی لیے تو لکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے یہ معنیٰ (آنحضرت ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کو فیض رساں ہیں) کر کے پوچھتے ہیں کہ:

''اب بتلایے کہ اس مستدرک منہ اور مستدرک میں فرق لکن نے کیا کیا؟ اور کیا مناسبت اس استدراک کی وجہ سے پیدا ہوئی؟''۔ (دوورقی)

اگر ''تحذیرالناس'' (ص۴۸) کے اس فقرہ پر غور کیا جاتا جس میں خلاصہ بحث کے طور پر فرمایا گیا ہے کہ:

''اب دیکھیے اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے، اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے''۔

تو مطلب بالکل واضح ہو جاتا اور آیت کے دونوں جملوں ما کان محمد

اباا حد من رجالکم اور ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (کہ تمہارے مردوں اور آنحضرت ﷺ کے درمیان ابوۃ جسمانی تو نہیں ہے مگر ابوۃ روحانی ضرور ثابت ہے) میں ربط بھی ظاہر ہو جاتا۔ اور خاتمیت بوجہ احسن یعنی جو تینوں قسم کی خاتمیت کو شامل ہے ثابت ہو جاتی ۔

اس کے ساتھ ہی اسی صفحہ کا یہ فقرہ بھی قابل لحاظ ہے :

''حاصل مطلب آیت کریمہ کا اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوۃ معروفہ تو رسول اللہ ﷺ کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوۃ معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ کیونکہ آپ کی نبوت ذاتی ہے اور دوسرے انبیاء آپ کے فیضان سے نبی ہیں ، جیسے باپ کے فیضان والے ذریعہ کے بیٹا ہوتا ہے۔ جب ذات بابرکات محمدی ﷺ موصوف بالذات بالنبوۃ ہوئی اور انبیاء باقی موصوف بالعرض تو یہ بات اب ثابت ہو گئی کہ آپ والد معنوی ہیں ، اور انبیاء باقی آپ کے حق میں اولاد معنوی اور امتیوں کی نسبت لفظ رسول اللہ (ﷺ) میں غور کیجئے تو یہ بات واضح ہے ، پر آیت النبی اولیٰ بالمؤمنین ملانے کی ضرورت ہے ۔ محمد رسول اللہ کو صغریٰ بنائے اور النبی اولیٰ باالمؤمنین کو کبریٰ الخ'' ۔ (ص ۴۹،۵۰)

پھر دیکھیے یہ نتیجہ نکلتا ہے یا نہیں کہ آنحضرت ﷺ جس طرح امتیوں کے حق میں والد معنوی ہیں اسی طرح انبیاء سابقین کے حق میں بھی والد معنوی ہیں ۔ اور لکن کے استدراک اور اس کے ماقبل ومابعد میں مناسبت بھی واضح ہے ۔

بات یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے نزدیک آیت کریمہ میں حضور ﷺ کی بالذات فضیلت کا ذکر ہے ، اور یہ اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے کہ آپ کی خاتمیت میں براہ راست آپ ﷺ کے کمال کا بیان ہو اور خاتمیت زمانی

بھی اسے لازم ہو۔

براہ راست مدح اور بالذات فضیلت کے موقع پرایسی دلیل لائی جاتی ہے جو براہ راست اس خوبی پر دلالت کرے، ایسی دلیل ایسے موقع پر نہیں لائی جاتی جس سے ضمناً والتزاماً مدح ثابت ہوتی ہو۔

اور یہ مطلب اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب کہ آیت کریمہ میں آپ کی خاتمیت ذاتی کا بیان ہو، اور خاتمیت زمانی صرف اسے لازم ہو۔

مولانا کے ارشاد کا حاصل یہ ہوا کہ جس دلیل سے ختم نبوت زمانی بالعرض ثابت ہو، اسے حضور ﷺ کے شان خاتمیت کے بیان میں مقام مدح پر لانا جیسا کہ آیت کے استدراک سے معلوم ہوتا ہے، جبھی درست ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کی خاتمیت میں براہ راست آپ ﷺ کے کسی کمال کا بیان ہو، اور خاتمیت زمانی بھی صرف اسے لازم ہو۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے یہ بات ہرگز نہیں کہی تھی کہ تقدم وتاخر زمانی میں بالکل ہی کوئی فضیلت نہیں ہے اور یہ کہ آیت کریمہ میں خاتمیت زمانی کا انکار ہے بلکہ مولانا نوتوی رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ تقدم وتاخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ہے، البتہ اس میں بالعرض فضیلت ہے، سب سے آخر میں اسی کو ہونا چاہیے جس کا مرتبہ سب سے عالی اور بلند ہو۔

بہرحال ''تحذیر الناس'' سے آپ ﷺ کے لیے ختم نبوت کی تینوں قسموں کا اثبات واضح ہے اس سے ختم نبوت زمانی کا انکار ہرگز ہرگز لازم نہیں آیہ حضرت مصنف رحمہ اللہ پر بلاوجہ کی تہمت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

مسئلہ ایصال ثواب

الحمدللہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا ومولانامحمدوآلہ واصحابہ اجمعین۔

واضح ہوکہ اموات مسلمین کے لیے دعامغفرت اورایصال ثواب بالاتفاق مستحب ہے ہر شخص کوشرعاً یہ اجازت ہے کہ جب چاہے اورجس قدرچاہے میت کے لیے دعائے مغفرت کرے یاکسی بدنی یامالی عبادت کاثواب پہنچائے۔

اہل سنت کے نزدیک اموات مسلمین کوان کے زندہ اقارب واحباب کی جانب سے دعاکافائدہ اورعبادت بدنیہ اورعبادت مالیہ کاثواب پہنچتاہے ،اوروہ دعا اورایصال ثواب کے منتظر رہتے ہیں اورجب کوئی شخص ان کے لیے دعاکرتاہے یاکوئی ثواب انہیں پہنچاتاہے تووہ بہت خوش ہوتے ہیں اورپھردعاکرنے والایاثواب پہنچانے والابھی اجروثواب کامستحق ہوتاہے۔لیکن یہ اختیارکسی شخص کوحاصل نہیں ہے کہ وہ دعااورایصال ثواب کے لیے اپنی طرف سے کوئی خاص وقت یاتاریخ متعین کرلے اورہمیشہ اسی کی پابندی کیاکرے۔

ایصال ثواب کاطریقہ

انسان جونیک کام کرتاہے اللہ تعالی کی طرف اس کاثواب اس کے لیے لکھاجاتاہے۔پھراللہ تعالی نے اپنے فضل وکرم سے اس کویہ اختیاربھی عطافرمایاہے کہ اپناثواب جس کوپہنچاناچاہے پہنچادے،اورصرف اس کہنے سے کہ یااللہ میرے اس کام یااس صدقہ کاثواب فلاں شخص کوپہنچادے یامیں نے اس کام یااس صدقہ کاثواب

فلاں شخص کو بخش دیا، اس میت کو ثواب پہنچ جاتا ہے۔

شریعت مقدسہ نے ثواب پہنچانے کے لیے اس طریقہ کے علاوہ کوئی خاص صورت اور خاص قیود مقرر نہیں فرمائیں ، اور رسول اکرم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین ، یا ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین رحمہم اللہ سے بھی ایصال ثواب کے لیے کسی خاص تاریخ اور خاص قید کا متعین کرنا ثابت نہیں۔

قیودات و تعینات

بعض لوگوں نے ایصال ثواب کے لیے خاص خاص صورتیں اور نئے نئے طریقے ایجاد کر لیے ہیں اور ہمیشہ اسی کی پابندی کرتے ہیں کسی نے ایصال ثواب کے لیے خاص دن مقرر کر لیے کسی نے صدقہ کے لیے خاص خاص چیزیں اور ان کی مقدار متعین کر لی ۔ کسی نے مقامات کی تعیین کر لی کہ مثلاً قبر پر ہونا چاہیے ، کسی نے کوئی قید لگائی کسی نے کسی قید کا اضافہ کر لیا۔

ان قیودات اور تعینات مخترعہ کی وجہ سے ایصال ثواب جیسا نیک کام بدعات کا مجموعہ بن گیا اور حسب تصریحات فقہاء کرام وہ بجائے مفید ہونے کے الٹا نقصان و گناہ کا سبب ہو گیا۔

ایصال ثواب کے متعلق جس قدر قیودات و تعینات ایجاد کی گئی ہیں ان میں سے بہت سی ایسی صورتیں ہیں کہ فقہاء کرام کے زمانہ میں وہ پیدا ہو گئی تھیں ان کے احکام تو فقہاء کے کلام میں مذکور ہیں لیکن بہت سی ایسی ہیں کہ ان کا وجود بعد میں ہوا اس لیے خاص ان کا ذکر کتب فقہ میں نہیں ملتا۔

نام کے علماء

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان بدعات کی ترویج و اشاعت میں

عوام الناس زیادہ قابل الزام نہیں ہیں بلکہ وہ نام کے علماء ہیں جنہوں نے ایصال ثواب کے حیلہ سے انہی بدعات ومخترعات کو اپنا منتہاء مقصد بنالیاہوا ہے ، اور عوام کو یہ سمجھایاہے کہ یہ ایجادات جائز بلکہ مستحب وسنت ہیں اور بجائے اس کے کہ بدعات سے ان کو نفرت دلاتے اور سنت نبویہ کی تعلیم دیتے اور اس کے اتباع کا شوق اور محبت ان کے دلوں میں پیدا کرتے، صحابہ کرام ﷢ کے حالات ان پر پیش کرتے، ائمہ دین وسلف صالحین کی پاک سیرت انہیں سکھاتے، ایک طوفان بدعت میں ان کو غرق کردیا۔

علماء حق کے خلاف زہر اگلنا

اور اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان خداترس اور اہل حق علماء کے خلاف زہر اگلنا شروع کردیا جنہوں نے ان کو بدعات سے آگاہ اور مطلع کیا اور بدعت کے برے انجام اور نتیجۂ بد سے خبردار کیا۔ حالانکہ اہل حق فقہ حنفیہ کی صریح عبارتیں پیش کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ کے صاف اشارات بیان کرتے ہیں مگر یہ لوگ ان کے خلاف وہابی غیر مقلد ہونے کا پروپیگنڈہ کرکے عوام کے دلوں میں ان کی طرف سے شکوک پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ فقہ حنفی کی صریح مخالفت کرکے حقیقت میں خود ہی وہابی غیر مقلد بنتے ہیں، مگر ان بدعات کی اشاعت سے جو آمدنی ان کو ہوتی ہے اس کے مقابلہ میں فقہ کی تقلید اور سنت نبوی کی اتباع کی ان لوگوں کو کچھ پرواہ نہیں رہتی۔

اللہ تعالٰی مسلمانوں کو اتباع سنت کی توفیق عطاء فرمائیں اور بدعات ورسومات سے اجتناب اور بچنے کی توفیق دیں، آمین۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

دفن میت کے بعد قبر پر اجتماعی دعا کا حکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دفن میت کے بعد قبر پر اجتماعی دعا میں کیا ہاتھ اٹھانا ثابت ہے ؟

میت کو دفن کرنے کے بعد ہاتھ اٹھاکر دعا کرنے کے بارہ میں یہاں سے یہ لکھا گیا تھا :

''میت کے دفن کے بعد اجتماعی طور پر قبر پر کھڑے کھڑے اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا کرنے میں گنجائش ہے ، مگر ہاتھ نہ اٹھایا جائے اور اس کو لازم نہ سمجھا جائے ، سورۂ بقرہ کا اول وآخر بھی اگر پڑھ لیں تو بہتر ہے مگر یہ بھی ضروری نہیں ہے''۔

۲۲/شوال ۱۴۱۶ھ

اس میں '' دفن کے بعد اجتماعی طور پر قبر پر کھڑے ہوکر دعا کرنے کی گنجائش دی گئی تھی ، البتہ اس دعا میں ہاتھ نہ اٹھانے اور اس کو لازم نہ سمجھنے کا ذکر تھا''۔ اب اس کی تائید میں بعض اکابر علماء کرام کی عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) حنفی نماز مؤلفہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ میں لکھا ہے :

دفن کے بعد ایک آدمی قبر کے سرہانے کھڑا ہوکر سورۂ بقرہ کا پہلا رکوع اولئک ھم المفلحون تک اور دوسرا آدمی قبر کی پائنتی کھڑا ہوکر سورۂ بقرہ کا آخری رکوع اٰمن الرسول سے آخر تک پڑھے (آثار السنن ص ۱۱ ج ۲) اور بغیر ہاتھ اٹھائے اس طرح میت کے حق میں دعا مانگو اللھم اغفر لہ۔ الخ (مشکوٰۃ ص ۱۴۵)

(۲) اور خیر الفتاویٰ ص ۵۸۹ ج ۱ میں متوفی کو دفن کرنے کے بعد کل آدمیوں

کا منجملہ اکٹھے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں کے جواب میں ارقام ہے :

''قبر تیار ہونے کے بعد میت کے لیے دعا اور ایصال ثواب بغیر ہاتھ اٹھائے کرنا چاہیے ، اس لیے کہ ہاتھ اٹھانا اس دعا میں ثابت نہیں ''۔

اس جواب کی حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے تصحیح فرمائی ہے اور لکھا ہے ''الجواب صحیح مہتمم خیرالمدارس ملتان ۲۹/ ۲/ ۱۳۷۱ھ ''۔

(۳) حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

''بعد دفن میت کے دعا بدون رفع یدین (بغیر ہاتھ اٹھائے) کرنی چاہیے ، میں نے فقہ کی کسی کتاب میں اس موقع پر غیر رافع یدیہ کی قید دیکھی ہے مگر اس وقت باوجود تلاش بسیار کے وہ عبارت نہیں ملی ، مگر قیاس اس کا مؤید ہے کیونکہ اس میں ایہام ہے سوال من اھل القبور کا (یعنی قبر والوں سے سوال کا وہم ہوتا ہے) خصوصاً جبکہ عوام اس کو ضروری سمجھنے لگیں تو اس کا ترک کر دینا ضروری ہے ''۔ ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۱ھ (فتاویٰ امداد الاحکام ص ۸۳۸ ج ۱)

خلاصہ گزارش یہ ہے کہ دفن کے بعد اجتماعی طور پر میت کے لیے قبر پر دعا ثابت ہے مگر اس موقع پر ہاتھ اٹھا نا دعا میں ثابت نہیں ، اس لیے بغیر ہاتھ اٹھائے اس کے کرنے کی اجتماعی طور پر بھی گنجائش ہے ، مگر قبر کے سامنے ہوتے ہوئے دیکھنے والے کو میت سے مانگنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اس لیے بھی ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کی جائے خصوصاً آج کل جبکہ عوام کے عقائد میں بہت کچھ خرابی آگئی ہے ، اس کو ترک کرنا ضروری ہو گیا ہے ، اور اصل دعا بھی اسی وقت تک جائز ہے جبکہ عوام اس کو ضروری نہ سمجھیں ، اگر اس کو ضروری سمجھنے لگیں گے تو اصل دعا بغیر ہاتھ اٹھائے بھی قابل ترک ہو جائے گی ، جیسا کہ اوپر گزرا۔

ایک منصف مزاج شخص کے لیے مسئلہ کو سمجھنے کے لیے یہ گزارش ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہے اور مقصد صرف مسئلہ کا سمجھانا اور عوام کے عقائد کی حفاظت ہی ہے، کسی کی مخالفت مقصود نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ نے جنت البقیع میں بوقت شب ہاتھ اٹھا کر دعا کی ہے (مسلم شریف مع شرحہ للنووی ص۳۱۳ ج۱) یہ دفن کے بعد کا واقعہ نہیں ہے، نہ اجتماعی عمل ہے، آنحضرت ﷺ کا اپنا خصوصی انفرادی عمل ہے، زیر بحث مسئلہ دفن کے بعد اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ہے، پھر اس واقعہ میں تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو اٹھانے کا تذکرہ ہے، ظاہر ہے کہ یہ کسی حالت کا غلبہ اور اس کا اقتضا تھا، اور اس پر عمل بھی نہیں ہے، دفن کے بعد کوئی بھی تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کرتا یہ کسی کا بھی معمول اجتماعی طور پر نہیں ہے۔ بات اس معمول میں ہو رہی ہے جو دفن کے بعد اجتماعی طور پر دعا کی جاتی ہے، اس میں ہاتھ اٹھانا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، اس میں صرف یہ ارشاد ہے: ''اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو اور ان کے لیے اللہ سے ثابت قدمی کا سوال کرو'' (ابوداود شریف ص۲۶)

دفن کے بعد اس اجتماعی دعا میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر حدیث شریف میں نہیں آیا، جس نے بھی ہاتھ اٹھانے کا ذکر اس دعا میں کیا وہ اپنے قیاس سے کیا ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آنحضرت ﷺ کے عمل کا ذکر ہے کہ:

''عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن سے جب آپ فارغ ہوئے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے''۔

اول تو آپ ﷺ کا یہ عمل انفرادی تھا اجتماعی نہ تھا اور نہ راوی حدیث صرف

آپ ﷺ کے عمل کا ہی خصوصیت سے کیوں ذکر کرتا، تمام حاضرین کے عمل کا ذکر کرتا، معلوم ہوا کہ تمام حاضرین کا یہ اجتماعی عمل نہیں تھا جو زیر بحث مسئلہ ہے۔

دوسرے آنحضرت ﷺ کے اس عمل سے تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ دفن کے بعد قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر آپ نے ہاتھ اٹھائے، اور مروجہ اجتماعی دعا بعد الدفن میں تو قبر کی طرف منہ کر کے دعا کی جاتی ہے، اس حدیث سے تو اس کے خلاف ثابت ہو رہا ہے، حدیث پر عمل کرنے کے دعویٰ کے لیے حدیث پر غور کرنے اور اس کے معنیٰ سمجھنے کی بھی ضرورت ہے۔ صرف ظاہر الفاظ دیکھ کر عمل کرنے سے اکثر غلطی لگ جاتی ہے جیسے اس جگہ لگ رہی ہے، اسی طرح حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے فرماتے ہیں:

''بہتر یہ ہے کہ یا تو مزار کی طرف منہ کر کے بغیر ہاتھ اٹھائے فاتحہ پڑھے یا قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھ لے'' (کفایت المفتی ص ۱۸۳ ج ۴)

ہم نے پہلے جواب میں جو بعد دفن اجتماعی دعا کی گنجائش اور اس کے لازم نہ سمجھنے کو لکھا تھا اور اس میں ہاتھ نہ اٹھانے کو بنا بر احتیاط لکھا تھا اس کے بارہ میں اکابر رحمہم اللہ کی تائیدات پیش کر دی ہیں، ان تائیدات کے خلاف احادیث مذکورہ سے استدلال کا حال بھی معلوم ہو گیا کہ زیر بحث اجتماعی دعا کے اندر خصوصی طور پر ہاتھ اٹھانے کا ذکر کسی حدیث میں نظر سے نہیں گزرا، پھر اس پر اتنا زور دینا اور بحث وجدال کا دروازہ کھول دینا کیسے درست ہوگا؟ یہی تو اصرار ہے جس کی وجہ سے فعل مستحب بھی بدعت ہو جاتا ہے۔

''بینات'' محرم ص ۶۱ پر بھی اس کی تصریح کر دی گئی ہے۔ اس لیے بینات بابت ماہ محرم الحرام، ۱۴۱ ھ کو اپنی تائید میں پیش کرنا تو کسی طرح بھی درست نہیں، اس

میں تصریح کردی گئی ہے کہ :

''ہر چیز کو اپنے درجے میں رکھنا چاہیے اس سے تجاوز کرنا صحیح نہیں''

(ص ٦٢)

''بینات'' میں درج شدہ اس اصول کے پیش نظر تو اصل دعا اجتماعی بعد از دفن بھی بدعت ہوجاتی ہے ،کیونکہ اس پر بے حد اصرار ہورہا ہے ،چہ جائیکہ اس میں ہاتھ اٹھائے جانے کا ثبوت پیش کیا جائے اور بینات سے سند پیش کی جائے۔ یہ غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔

ہمارے اکابر کی عبارات کو غور سے سمجھے بغیر پیش کرنے سے ہی اکثر اختلافات پیدا ہوئے اور اب بھی ہو رہے ہیں۔ اصرار کرنے اور ضروری سمجھنے کی علامت یہ ہے کہ اس کے تارک پر اعتراض اور طعن و تشنیع کی جانے لگے جیسا کہ آج کل کیا جارہا ہے۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ الاحقر السید عبدالشکور الترمذی
جامعہ حقانیہ ساہی وال ضلع سرگودھا
۵/ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

وفیات

جناب ڈاکٹر عبدالواحد السید از متوسلین فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ ۴/ ربیع الاول کو امریکہ میں انتقال فرما گئے۔ حضرت مولانا قاری خلیل احمد تھانوی مدظلہم لاہور، کی اہلیہ محترمہ ۲۲/ ربیع الاول کو انتقال فرما گئیں۔ حضرت مولانا محمد صادق صاحب سابق مدرس مدینۃ العلوم سرگودھا ۲۳ صفر المظفر کو انتقال فرما گئے۔ حضرت مولانا اشرف ہمدانی صاحب فیصل آباد ۳/ ربیع الاول کو انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون قارئین الحقانیہ سے تمام مرحومین کے لیے دعا مغفرت کی درخواست ہے۔

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ

صبر کی ضرورت اور اہمیت

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم :

دکھ، تکلیف، رنج وغم کم ہو یا زیادہ ان سب سے مومن کے گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی ہوتی ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کسی مومن بندہ نے کچھ خریدنے کا ارادہ کیا اور جیب میں پیسے نکالنے کے لیے ہاتھ ڈالا اور پیسے نہ نکلے تو اس سے جو ذرا سا رنج ہوتا ہے اس سے بھی گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۶)

دعا تو عافیت ہی کے مانگتے رہیں لیکن کوئی تکلیف روحانی یا جسمانی پہنچ جائے تو صبر کریں اور اجر و ثواب کی امید رکھیں۔

حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی کے لیے کوئی بلند مرتبہ لکھ دیا پھر اس کے عمل اس قابل نہ ہوئے کہ اس درجہ کو پہنچے جو اسے دیا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دکھ تکلیف میں مبتلا فرما دیتے ہیں پھر اس پر اسے صبر دیتے ہیں پھر ان کے ذریعہ اس کو اس درجہ میں پہنچا دیتے ہیں جو اس کے لیے لکھ دیا گیا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۷)

مومن بندوں کو دکھ تکلیف سے گھبرانا نہیں چاہیے، ان کے لیے اس میں بھی خیر ہے اور آرام اور راحت میں بھی خیر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :

عجبا لامر المومن ان امرہ کلہ لہ خیر ولیس ذلك لاحد الا للمومن ان اصابتہ سراء شکر فکان خیرا لہ وان اصابتہ ضراء صبر

فکان خیرا لہ(مشکوٰۃ)

مومن کا عجب حال ہے ہر طرح اس کے لیے خیر ہے اور مومن کے علاوہ کسی کو یہ بات حاصل نہیں اگر اسے اچھی حالت پہنچتی ہے تو اس نے شکر کیا یہ اس کے لیے خیر ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچ گئی تو اس نے صبر کیا یہ بھی اس کے لیے خیر ہے۔

ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بخار آ گیا رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے (یاد رہے کہ عیادت کے لیے بے پردہ ہونا ضروری نہیں) آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کیا بات ہے کیوں کپ کپا رہی ہو؟ اس نے کہا اس کا برا ہو، بخار چڑھ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بخار کو برا نہ کہو وہ بنی آدم کے گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۱۳۵)

یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے مسلمان موت سے پہلے کسی لمبے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں، سانس کا مرض ہوتا ہے، فالج گر جاتا ہے، ہاتھ پاؤں میں ضعف آجاتا ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب مومن کے لیے خیر ہوتا ہے، پچھلے گناہ بھی معاف ہوتے رہتے ہیں اور تکلیف میں ثواب بھی ملتا ہے اور درجات بھی بلند ہوتے ہیں، اسی طرح موت کی سختی مومن کے لیے خیر ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت جو تکلیف تھی وہ دیکھ کر مجھے کسی کی آسان موت پر رشک نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ ۱۳۶) کیونکہ موت کی سختی بھی گناہوں کی معافی اور درجات بلند ہونے کا ذریعہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے گناہ تو تھے نہیں، مزید رفع درجات کے لیے یہ سختی مزید سبب بن گئی، صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے بیماریوں کے ثواب کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ مومن آدمی کو جب بیماری پہنچتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اسے عافیت دے دیتے ہیں تو یہ اس کے گذشتہ گناہوں کے لیے کفارہ ہوجاتا ہے اور آئندہ کے لیے نصیحت ہوجاتی ہے (تاکہ آئندہ گناہ سے باز رہے) اور منافق جب مریض ہوتا ہے پھر اسے عافیت مل جاتی ہے تو اونٹ کی طرح ہوتا ہے اس کے مالکوں نے اسے باندھ دیا پھر چھوڑ دیا، اسے کچھ پتہ نہیں کہ انہوں نے اسے کیوں باندھا اور کیوں چھوڑا، وہیں مجلس میں ایک آدمی حاضر تھا اس نے کہا یارسول اللہ بیماری کیا ہے، اللہ کی قسم میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا اٹھ کھڑا ہو تو ہم میں سے نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۷)

حدیث کی شرح لکھنے والوں نے بتایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص منافق تھا، دیکھو کیسی بے تکلفی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے منہ در منہ فرمادیا کہ تو ہم میں سے نہیں ہے اور اسے مجلس سے اٹھا بھی دیا معلوم ہوا کہ عافیت ہی عافیت رہے، ہمیشہ صحت ہی صحت رہے کوئی تکلیف نہ ہو یہ مومن کی شان نہیں۔

درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے کہ مسلمانوں کی تکلیفوں کو گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ بنا کر آخرت کے عذاب سے محفوظ فرمانے کا وعدہ فرمالیا۔ دنیا کی جتنی بڑی بھی تکلیف ہو آخرت کی تکلیف کے سامنے کچھ بھی نہیں، دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا زیادہ گرم ہے۔

دنیا کے ابتلاءات میں جسمانی تکلیفیں بھی ہیں اور تنگدستی بھی ہے لیکن تنگدستی کی تکلیف جسمانی امراض اور تکالیف سے کم ہے مگر اجر و ثواب ان تکلیفوں پر بھی خوب زیادہ ملتا ہے جو تنگدستی کی وجہ سے آتی رہتی ہیں۔ آخرت میں فقر و فاقہ والے بہت خوش ہوں گے، مال کا حساب نہیں دینا پڑے گا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ

فقراء مومنین مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے جو ہزار سالہ روز قیامت کا آدھا دن ہو گا۔ یہ حضرات جنت میں جا چکے ہوں گے اور مالدار لوگ مال کا حساب دینے کے لیے رکے ہوئے ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، دو چیزیں ایسی ہیں جنہیں انسان مکروہ سمجھتا ہے ایک تو موت ہے جسے مکروہ جانتا ہے، حالانکہ موت مومن کے لیے بہتر ہے کیونکہ اس کے ذریعہ فتنہ سے بچ جاتا ہے، دوسرے مال کا کم ہونا یہ بھی انسان کو ناگوار ہے حالانکہ مال کا کم ہونا حساب کی کمی کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ (مشکوۃ ۲/۴۴۸)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حقیقت کو سمجھتے تھے، آخرت کے کاموں کو ترجیح دیتے تھے، مال کی طلب میں حیران و سرگرداں اور پریشان نہیں ہوتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے حلال مال زیادہ دے دیا تو اس کی بھی قدر کرتے تھے اور مال سے متعلق حقوق و فرائض جو قرآن و حدیث میں بتائے ہیں ان کو بھی ادا کرنے کے لیے فکرمند رہتے تھے تاکہ یہ مال آخرت میں وبال جان نہ بن جائے۔

حلال مال کماتے ہوئے بھی شریعت کے احکام کو پامال کرنا حلال نہیں ہے اور حرام مال دنیا میں بھی وبال ہے اور آخرت میں بھی۔ حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ جس نے دس درہم کا کپڑا خریدا جن میں سے ایک درہم حرام کا تھا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہ فرمائے گا جب تک کہ وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس نے حرام مال چھوڑا وہ اس کے لیے دوزخ کا توشہ یعنی اس میں داخل ہونے کا ذریعہ بنے گا اور رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا جو جسم حرام مال سے پلا بڑھا ہو وہ دوزخ ہی کا مستحق ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان حلال کمائے، حلال کھائے، جنت کے لیے فکرمند ہو، دوزخ سے بچے۔ (تبلیغی و اصلاحی مضامین ج ٦)

مولانا محمد عدیل حفظہ اللہ تعالیٰ لاہور

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا کی ویب سائٹ اور اس کا تعارف

www.alhaqqania.org

احکاماتِ الٰہیہ کی تعلیم و تبلیغ نبوت کے بنیادی فرائض میں سے تھی۔ سید الانبیاء، خاتمِ نبوت (ﷺ) کی پردہ پوشی کے بعد یہ ذمہ داری وارثینِ انبیاء، حاملینِ علوم نبوت پر عائد ہوئی۔ ان عظیم فرض شناس ہستیوں نے ہر دور کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعلیٰ درجہ کی حکمت و بصیرت کے ساتھ تعلیم و تبلیغ کا مقدس فریضہ سرانجام دیا۔ اکابرینِ امت نے جہاں تعلیم احکام کے لئے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے گلشن کو مہکایا، وہاں تبلیغ احکام کے لئے تقریر و تحریر کے ساتھ ساتھ تبلیغی اسفار بھی فرمائے اور خانقاہی نظام کو بھی اپنے انفاسِ قدسیہ سے جلا بخشی۔ یہ روحانی قافلے اپنی تمام تر نورانیت اور سادگی کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ ان کا سامنا عصرِ حاضر کے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ڈوبے ہوئے معاشرہ سے ہوا۔

ذرائع ابلاغ کی نوعیتیں بدل گئیں، قلم و روشنائی کی جگہ کمپیوٹر و پرنٹر کو دی گئی اور مراسلہ نگاری کا نعم البدل ای میل کو قرار دیا گیا۔ قاصدین کو موبائلز نے مات دی اور مخبروں کو ریڈیو ٹیلی ویژن نے بے کار کر دیا۔ اس بدلتی ہوئی صورتحال کی طرف جب امت مسلمہ کے فکرمندوں کی توجہ ہوئی؛ تو وقت کی رفتار کا ساتھ دینے کے لئے اِن غیر ضروری لیکن افادیت کے حامل آلات کے لئے بھی بالکل اسی طرح مدارس و

خانقاہوں کی راہیں کھل گئیں، جس طرح کبھی منطق و فلسفہ جیسے غیر ضروری لیکن ایک حد تک مفید علوم کو مقتضاء وقت ہونے کی بنا پر قبول کیا گیا تھا۔ اس وسعت کے نتیجہ میں آج ہمیں انٹرنیٹ کی دنیا میں اسلامی احکامات اور دینی اقدار کی تعلیمات پر مشتمل ان گنت ویب سائٹس نظر آتی ہیں۔ ان میں موجود معتبر ویب سائٹس بالیقین دنیا کے کونے کونے میں آباد تشنگان علومِ اسلام کے لئے ایک بیش بہا ذریعہ سیرابی ہیں۔

ان ویب سائٹس کی افادیت کو دیکھتے ہوئے جامعہ حقانیہ کے منتظمین نے بھی تبلیغ احکام کے اس سریع اور آفاقی نظام کو استعمال کرنے کا ارادہ کیا۔ گزشتہ سے پیوستہ تعلیمی سال کے آخری ایام میں بامر اللہ اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوششوں کا آغاز کیا گیا۔ ان مساعی کے نتیجہ میں گزشتہ تعلیمی سال کی ابتداء میں ہی جامعہ کی ویب سائٹ انٹرنیٹ پر لانچ کی جا چکی تھی لیکن اس کے بہت سے گوشے تشنۂ تکمیل تھے جس کی وجہ سے اس کی باقاعدہ تشہیر نہ کی گئی۔ البتہ اب اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے اس ویب سائٹ کے اکثر گوشوں کا اجراء کیا جا چکا ہے اور ناظرین کی علمی طلب کی تسکین کے لئے سیر حاصل مواد مہیا کیا جا چکا ہے۔ خادمینِ جامعہ کی یہ کوشش کس حد تک کامیاب رہی اس کا فیصلہ تو یقیناً تفصیل سے ویب سائٹ دیکھنے کے بعد ہی کیا جا سکے گا۔ تاہم قارئین کی دلچسپی کی خاطر ویب سائٹ کا مختصر سا خاکہ مندرجہ ذیل سطور میں پیش کیا جا رہا ہے۔

''تعارفی صفحہ'' کے بعد مختلف بنیادی عنوانات دیئے گئے ہیں۔ ابتدائی عنوانات جامعہ اور جامعہ کے مؤسسین رحمہا اللہ تعالیٰ اور رئیس جامعہ مدظلہ العالی کے تعارف و حالات پر مشتمل ہے۔

ایک عنوان ''ماہنامہ الحقانیہ'' کا ہے، جس سے منسلکہ صفحات میں

جامعہ کا ماہانہ مجلہ ''الحقانیہ'' ہر ماہ اپ لوڈ کیا جاتا ہے اور گزشتہ سات سال ۱۴۲۷ھ تا ۱۴۳۳ھ کے مجلات بھی فراہم کر دیئے گئے ہیں، جن میں گراں قدر علمی مضامین اہل علم کے لئے ایک خاصہ کی دستاویز ہے۔

ایک عنوان ''صوتیات'' کا ہے جس کے تحت سابق رئیس و بانی جامعہ حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ کے بیانات پر مشتمل تین مجموعہ جات تا حال اپ لوڈ کئے جا چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کی متفرق تقاریر اور ادائیگی حج و عمرہ سے متعلق حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف سکھروی صاحب مدظلہ کے تربیتی بیانات بھی جاری کر دیئے گئے ہیں۔

ویب سائٹ کا ایک اہم شعبہ ''کتب خانہ'' کے عنوان سے قائم کیا گیا ہے۔ اس گوشہ میں اب تک ''سیرت النبی ﷺ، فقہی رسائل، اصلاحِ نظریات، اخلاقیات، سیاسیات، مدارسِ دینیہ اور متفرق مضامین'' کے عنوانات سے ذیلی شعبہ جات قائم کر کے ان کے تحت بہت سی گراں قدر کتب اور رسائل فراہم کئے گئے ہیں۔

اس شعبہ میں اب تک دیگر رسائل کے ساتھ ساتھ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ کے درج ذیل محققانہ رسائل و مضامین اپ لوڈ کیے جا چکے ہیں جہاں سے ان کا با آسانی مطالعہ بھی کیا جا سکتا ہے اور انہیں ڈاؤن لوڈ بھی کیا جا سکتا ہے :

(۱) مقام رسول کریم ﷺ (۲) نبی رحمت ﷺ (۳) عصمت انبیاء علیہم السلام علماء حق کی نظر میں (۴) عید میلاد کی شرعی حیثیت (۵) گاؤں میں جمعہ کا شرعی حکم

(٦)گستاخ رسول اورمرتد کی شرعی سزا (٧)اسلام میں ارتداد کی سزا (٨)حلالہ قرآن وسنت کی روشنی میں (٩)قوانین حدود وقصاص(١٠)عید کا اسلامی تصور (١١)سود کی غلط تشریح (١٢)رہائشی تعمیرات کی شرعی حیثیت بعض غلط فہمیوں کا ازالہ(١٣) غیر مقلدیت اور قادیانیت(١٤)رسالہ عقائد علماء دیوبند پر اعتراضات ایک تحقیقی جائزہ (١٥)کتاب المہند کے عقائد اکابر علماء دیوبند کی نظر میں (١٦)فیض روحانی از اولیاء ربانی (١٧)مسئلہ وسیلہ واستشفاع اور مسلک علماء دیوبند (١٨)دینی مدارس اوران کا نصابِ تعلیم (١٩)دینی مدارس اورجدید ایجوکیشن سنٹر (٢٠)ہمارے دینی مدارس یعنی تاریخ مدارسِ دینیہ (٢١)دینی مدارس دین کے قلعے اورعلوم دین کے سرچشمے ہیں(٢٢)مدارس دینیہ اوران کا نظام تعلیم (٢٣)تعلیم قرآن کریم اورمدارس دینیہ (٢٤)مدارس دینیہ کی ضرورت واہمیت (٢٥)ترجمہ قرآن کریم اوردینی مدارس ایک غلط فہمی کا ازالہ (٢٦)دارالعلوم دیوبند اور اس کی خصوصیات(٢٧)عہدرفتہ کی چندیادیں (٢٨)دارالعلوم کراچی میں چندروز (٢٩)علم اورعلماء کی عزت امراء وسلاطین کی نظرمیں (٣٠)اتباع سنت اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ (٣١)جذبہ تحقیق اوراس کے نتائج(٣٢)محموداحمدعباسی کے نظریات کا تحقیقی جائزہ(٣٣)ابوالاعلی مودودی کے نظریات پرایک تحقیقی نظر (٣٤)ابوالاعلی مودودی اوران کے نظریات کامختصرتعارف(٣٥)مسئلہ فسق یزید اور اکابر علماء امت رحمہم اللہ (٣٦)رسالہ غلغلہ برزلزلہ پرتبصرہ(٣٧)تواضع کی حقیقت (٣٨)تعمیر پاکستان میں مسٹراورملاکاکردار(٣٩)پاکستان کیاہے ؟(٤٠)دستوراسلامی کی جدوجہدمیں علماء کاکرداراوراسمبلی کی ذمہ داری(٤١)وزیراعلیٰ پنجاب کے نام کھلاخط (٤٢)فتاویٰ رشیدیہ کی ایک عبارت کی تحقیق(٤٣) تسہیل ''رسالہ الفتوح

فیما یتعلق بالروح '' (۴۴) ماہ محرم الحرام اور عاشوراء (۴۵) ایضاح الادلہ کی ایک عبارت کی وضاحت (۴۶) اتحاد ملت کے لیے چارنکاتی فارمولا کا تحقیقی جائزہ (۴۷) مسئلہ ایصال ثواب (۴۸) تحذیر الناس اور حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی مرحوم (۴۹) دفن میت کے بعد قبر پر اجتماعی دعا کا حکم ۔ اور اس طرح کے بہت سے گرانقدر علمی جواہرات موجود ہیں۔ یہ ایک ایسا لامتناہی شعبہ ہے جس کے اضافات شاید کبھی اختتام پذیر نہ ہوں اور فراہمیٔ کتب کا یہ مبارک سلسلہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہمیشہ چلتا رہے۔

اس کے علاوہ مسائل پوچھئے کے عنوان کا اجراء کر کے روز مرّہ پیش آنے والے مسائل کا حل معلوم کرنا ہر خاص و عام کی دست رس میں دے دیا گیا ہے۔

''تعمیر و ترقی'' کے عنوان سے قائم کردہ شعبہ میں فی الحال جامعہ حقانیہ فرو کہ روڈ ساہیوال سرگودھا کی زیر تعمیر ''جامع مسجد ترمذی'' کا نقشہ، تصاویر اور تعمیری ضروریات کی تفصیل بقدرِ ضرورت مہیا کی گئی ہے۔

ویب سائٹ میں اس بات کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے کہ اس کا انداز انتہائی سادہ اور مزاج خالصتاً علمی ہو۔ نیز غیر علمی کتب، غیر محققانہ تقاریر اور نوع نوع کے غیر علمی دلچسپی کے حامل مواد سے پاکیزگی اس چھوٹی سی کاوش کو اہل علم و عمل کی نظروں میں وقیع بنانے کے لئے اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔ اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ وہ ادارہ کی دیگر خدمات کے ساتھ ساتھ اس خدمت کو بھی قبول و منظور فرمائیں اور اسے ہر طبقہ کے افراد کے لئے نفع بخش بنادیں۔ وما توفیقنا الا باللہ۔

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

تعارف کتب

نام رسالہ : سہ ماہی ندائے رحیمیہ مدیر اعلیٰ : قاری محمد ادریس ہوشیارپوری زید مجدہم
صفحات : ۴۰ ناشر : جامعہ دار العلوم رحیمیہ ملتان

بخدمت گرامی حضرت مولانا قاری محمد ادریس ہوشیارپوری دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی ؟

آنجناب کا مرسلہ مجلہ ''ندائے رحیمیہ'' موصول ہوکر باعث مسرت ہوا، رسالہ اور مضامین دیکھ کر خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ مزید ترقی عطا فرمائے اور ہمیشہ کامیابی سے ہمکنار کریں۔ اس دور میں دینی رسائل وجرائد کی اہمیت ایک بدیہی اور واضح چیز ہے ، بے حیائی ، بے دینی کے فروغ نے اس کی ضرورت میں جو اضافہ کردیا ہے وہ محتاج بیان نہیں، اس لیے ندائے رحیمیہ کا اجراء وقت کی اہم ضرورت ہے جسے آپ نے پورا فرماکر اپنے احباب اور متوسلین کے حق کو ادا فرمایا ہے، جزاکم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء۔

احقر کا خیال ہے کہ ''اگر حضرت اقدس حکیم الامت مجدد الملت تھانوی قدس سرہ کے ملفوظات کا انتخاب اور حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے علوم ومعارف سے متعلق ''معارف مدنی'' سے اقتباسات بھی مجلہ کی زینت بن جائیں تو اور بھی بہتر ہوگا۔ ھذا رأی ورأی العلیل علیل والامر الیکم۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ
جامعہ حقانیہ ساہی وال سرگودھا
۹/ فروری ۲۰۱۳ء

مولانا محمد آصف چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۱۱ر صفرالمظفر: حضرت مدظلہم نے مدرسہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی میں ماہانہ اصلاحی درس ارشادفرمایا۔ اور بعد عصرحضرت مدظلہم جامعہ محمودیہ سرگودھاتشریف لے گئے جہاں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانامفتی محمدرفیع عثمانی مدظلہم تشریف لائے ہوئے تھے، مغرب کے بعدحضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے بیان فرمایا۔
۲۱: حضرت مدظلہم نے جامعہ میں ہفتہ واراصلاحی درس ارشادفرمایا۔
۳۰: حضرت مدظلہم نے مسجدعثمانیہ نزدجامعہ حقانیہ میں جماعت کے جوڑسے بیان فرمایاجس میں سمرقندسے آئے ہوئے مہانان گرامی نے بھی شرکت فرمائی ۔

یکم ربیع الاول: جامعہ حقانیہ کے ۵۹ویں یوم تاسیس کے حوالہ سے ایک پروقارتقریب منعقدہوئی جس میں درجہ تخصص کے طلبہ نے مختلف موضوعات پر مقالے پیش کیے ،آخر میں حضرت مدظلہم نے بیان فرماکردعاکرائی ۔ ۷: حضرت مدظلہم نے شاہ نکڈرضلع جھنگ میں جلسہ عام سے بیان فرمایا۔ ۱۵: حضرت مدظلہم دوروزہ اصلاحی دورہ کے لیے پاکپتن اورلاہورتشریف لے گئے جہاں اصلاحی بیانات فرمائے۔
۱۷: حضرت مدظلہم نے جامع مسجد عمرسلانوالی میں درس قرآن ارشادفرمایا۔
۲۱: حضرت مدظلہم نے چک چانڈی بلوچاں ساہی وال میں جلسہ عام سے بیان فرمایا۔

جامع مسجد ترمذی

جامعہ حقانیہ فروکہ روڈساہی وال سرگودھامیں زیرتعمیرعظیم الشان جامع مسجد ترمذی کی کھدائی کاکام الحمدللہ تعالیٰ مکمل ہوچکاہے ،شٹرنگ کاکام جاری ہے ۔ قارئین سے تعمیری کام میں سہولت کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من بنی للہ مسجدا ولو مثل مفحص قطاۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے اللہ کی رضا کے لیے مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا اگرچہ (وہ حصہ) چھوٹے پرندے کے گھونسلے کے برابر ہی ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے بدلے جنت میں گھر بنائیں گے۔

جامع مسجد ترمذی

زیر انتظام جامعہ حقانیہ فروکہ روڈ ساہی وال سرگودھا کی تعمیر الحمد للہ تعالیٰ شروع ہو چکی ہے

اہل اسلام کے لیے جنت میں گھر بنانے کا سنہری موقع ہے۔ اس موقع سے خود بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی متوجہ فرمائیں۔ تعمیری ضروریات میں ریت، سیمنٹ، بجری، سریا، اینٹ، مٹی وغیرہ شامل ہیں۔

اکاؤنٹ نمبر: H-B-L-17030008164003

PH-048-6786002/6786899